بقر عید کی خرابیاں

اور نبی کا جانوروں کو

جوتیوں کا ہار پہنانا

اور انکا مثلہ کرنا

پیشکش:

https://atheism-vs-islam.com

فہرستِ مضامین

مذہبی حضرات الزام لگاتے ہیں کہ بقر عید میں کوئی خرابی نہیں اور ایتھئسٹ حضرات صرف اپنی نفرت کی وجہ سے بقر عید پر تنقید کرتے ہیں۔

مگر مذہبی حضرات غلط ہیں۔ اگر بقر عید پر تنقید صرف نفرت کی وجہ سے ہوتی تو پھر ایسی ہی تنقید عید الفطر پر بھی ایتھئسٹ حضرات کی طرف سے ہونی چاہیے تھی۔ مگر عید الفطر پر تنقید نہ ہونا ثبوت ہے کہ بقر عید میں خود وہ خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے اس پر تنقید ہے اور عید الفطر پر تنقید نہیں ہے۔

آیئے بقر عید کی ان خرابیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

مذہب کی اس رسم کا کیا جواب ہے کہ جہاں محمد صاحب قربانی کے زندہ جانور کو زخمی کر کے مثلہ کرتے تھے اور پھر ان کے گلے میں جوتیوں کا ہار پہنا دیتے تھے؟

محمد صاحب نے اپنے نئے مذہب کی تعلیمات اور رسوم یہودی مذہب سے لی۔ لیکن سیاسی طور پر وہ عرب کے لوگوں کو خوش رکھنے کے لیے حج اور اس کی رسومات کو بھی اسلامی شریعت کا حصہ بنا لیتے ہیں۔

اور حج کی رسومات میں فقط جانور کی قربانی ہی نہیں تھی، بلکہ ایک رسم یہ بھی تھی کہ سفر کے دوران اونٹوں کے کوہانوں پر چرکہ لگا کر خون جانوروں پر مل دیا جاتا تھا، اور پھر ان کے گلے میں جوتیوں کا ہار پہنا دیا جاتا تھا۔

محمد صاحب نے بھی مشرکینِ عرب کی پیروی میں اس رسم کو اسلامی شریعت کا حصہ بنا لیا۔

صحیح مسلم، ذبح کا بیان (لنک):

> آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو منگوایا اور اس کے کوہان کو دائیں طرف کاٹ کر شعار (زندہ جانور کو زخمی کر کے خون نکالنا) کیا جس سے خون بہا اور اس کے گلے میں دو جوتیوں کا قلادہ (ہار) ڈالا۔

کیا جوتیوں کا ہار پہنانا جہالت کی نشانی نہیں؟

اور زندہ جانور کو زخمی کر کے مثلہ کرنا کونسی عقلمندی کی بات ہے؟

اللہ کو بھلا جانوروں کو جوتیوں کا ہار پہنانے اور زندہ جانروں کو زخم دینے کی کیا ضرورت ہے؟

کیا صرف یہ حقائق ہی کافی نہیں کہ پہچانا جائے کہ محمد صاحب کوئی نبی وغیرہ نہیں تھے بلکہ وہ حج اور اس کی تمام رسوم اپنے عرب کلچر سے نقل کر رہے تھے۔

یہ اتنا جاہلانہ فعل تھا کہ آج تمام مسلمان اس "سنتِ رسول" کو ترک کر کے اسے چھپا رہے ہوتے ہیں۔

خود امام ابو حنیفہ اور امام نخعی نے اس کی بربریت کی وجہ سے اسے زندہ جانوروں کا مثلہ قرار دیتے ہوئے اس سنت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔

جامع ترمذی: کتاب: حج کے احکام و مسائل (باب: اونٹوں کے اشعار کا بیان):

https://mohaddis.com/View/Tarimdhi/T2/906

حکم: صحيح (الألباني)

مسلم عذر: اشعار اور جوتیوں کا ہار 'نشانی' کے لیے تھا کہ یہ قربانی کے جانور ہیں

مسلمان حضرات نے اس فعل کے دفاع میں یہ عذر گھڑا کہ اونٹوں کے کوہان کاٹ کر اس کا خون اونٹ کی پیٹھ پر لگا دیا جاتا تھا تا کہ 'نشانی' ہو سکے کہ یہ قربانی کا جانور ہے اور لوگ ان قربانی کے جانوروں کی تعظیم کریں اور راستے میں ان کے کھانے پینے کا خیال رکھیں۔

جواباً عرض ہے کہ جانور کے گلے میں جوتیوں کا ہار ڈال کر اس کی کونسی تعظیم کی جا رہی تھی؟ یہ ایک شرمناک فعل تھا اس لیے آج کے مسلمان خود شرمندگی کی وجہ سے اس چیز کو سنتِ نبوی ہوتے ہوئے بھی ترک کر چکے ہیں۔

اور نشانی کے لیے جانور کا مثلہ کر کے اس کا خون کھال پر بطور نشانی لگانا ضروری نہیں تھا، بلکہ اس کے لیے تو جانور پر آسانی سے حنا (مہندی) یا کوئی بھی رنگ چھڑک کر اسے بطور نشانی استعمال کیا جا سکتا تھا۔ یاد رہے کہ اشعار کے ذریعے صرف اونٹوں کا مثلہ کیا جاتا تھا، جبکہ بیل اور بھیڑ بکریوں وغیرہ کو اشعار کر کے انہیں خون نہیں ملا جاتا تھا، بلکہ صرف جوتیوں کے ہار پہنائے جاتے تھے تا کہ وہ قربانی کے جانوروں کے طور پر پہچانے جائیں۔ چنانچہ "سوال" یہ ہے کہ جب

بھیڑ اور بیل وغیرہ کے لیے اشعار کے ذریعے مثلہ ضروری نہیں تھا اور صرف ہار پہنا دینا کافی تھا، تو پھر اونٹوں کا اشعار کے ذریعے مثلہ کیوں؟ انہیں بھی صرف ہار پہنا دیتے تاکہ نشانی بن جاتی کہ وہ قربانی کے جانور ہیں۔

اور گلے میں جوتیوں کا ہار پہنانے کی بجائے گلے میں خاص رنگ کا کوئی پٹہ یا کپڑا لٹکا کر، یا حنا سے رنگ دے کر نشانی بنائی جا سکتی تھی۔ لیکن پیغمبر چونکہ زمانہ جاہلیت کے اپنے عربی معاشرے کی رسوم کی پیروی کر رہے تھے اس لیے نشانی کے لیے جانوروں کا مثلہ اور ان کے گلے میں جوتیوں کا ہار ڈالنا انہوں نے جاری رکھا۔

اور سب سے بڑھ کر، محمد صاحب کا قربانی کے نام پر ہزاروں جانوروں کو مدینہ سے مکے تک 500 کلومیٹر کا طویل اور پر مشقت سفر طے کروانا کونسی "دانشمندی" تھی؟ ایک ایسے صحرائی سفر میں، جہاں پانی اور چارے کی قلت ہو، سینکڑوں میل کی مسافت طے کرنا، اس پر ہزاروں جانوروں کا انتظام کرنا، محض ایک "احترام" کی نشانی کے لیے؟

راستے میں لوگ ان جانوروں کا احترام کر بھی لیں، تب بھی بے تحاشہ اونٹ اور بھیڑ بکریاں پانی اور چارے کی کمی، تھکن، اور غیر مناسب دیکھ بھال کی وجہ سے ہی مر جاتے تھے۔ جگہ جگہ پڑاؤ پر ہزاروں اضافی جانوروں کے لیے مناسب انتظام کرنا لوگوں کے لیے ممکن ہی نہیں تھا۔ جوں جوں حج کا اجتماع بڑا ہوتا گیا، ویسے ویسے جانوروں کے راستے میں مرنے کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا، کیونکہ لوگ صرف عرب سے ہی نہیں بلکہ افریقہ، ایران، اور وسطی ایشیا سے بھی جانوروں کو لے کر ہزاروں کلومیٹر کا پر مشقت راستہ طے کر کے حج پر جانے کے لیے مجبور ہوئے۔

کیا یہ واقعی انسانیت اور جانوروں پر رحم کا تقاضا تھا؟ یا یہ محض ایک روایت کی اندھی تقلید تھی جس کے نتائج انتہائی تکلیف دہ اور غیر انسانی تھے؟

اللہ کی دانائی پر سوال: سن 1983 تک جدید ٹیکنالوجی سے قبل حج کا ہزاروں ٹن گوشت خراب ہونے پر جلا دیا جاتا تھا

آسمان پر کوئی اللہ وغیرہ موجود نہیں ہے، کیونکہ اگر واقعی کوئی اللہ موجود ہوتا، جو "عالم الغیب" بھی ہے، تو اسے پتا ہوتا کہ عبادت کے نام پر وہ جو عجیب احکام دے رہا ہے، ان کی وجہ سے اگلے 1400 سالوں تک ہزاروں لاکھوں جانور فضول میں مرتے رہیں گے، اور ہر سال ہزاروں ٹن گوشت ضائع ہوتا رہے گا۔

اور اگر مذہبی حضرات پھر بھی دعویٰ کریں کہ اللہ نامی کوئی ہستی موجود ہے تو وہ اللہ کی اس دانائی کا جواب دیں کہ جس کی وجہ سے پچھلے 1400 سالوں میں ہر سال حج کے موقع پر ہزاروں لاکھوں ٹن گوشت خراب ہو جاتا تھا۔ اور اس خراب گوشت سے ایسا تعفن اور بدبو اور دیگر مسائل پیدا ہوتے تھے مسلمان اس گوشت کو جلا کر راکھ کر دیتے تھے یا دفنا دیتے تھے تاکہ بیماریاں نہ پھوٹ پڑیں اور خراب گوشت کی سرانڈ سے لوگ مکہ سے بھاگ نہ جائیں۔ مکمل خبر یہاں پڑھیں (لنک):

یہ سلسلہ سن 1983 تک چلتا رہا، حتیٰ کہ انگریزوں کی بنائی گئی ٹیکنالوجی کی وجہ سے پہلی مرتبہ انتظام شروع ہوا کہ گوشت کو فریز کر کے خراب ہونے سے بچایا جا سکے۔

یہ جدید ٹیکنالوجی "فلیش فریزینگ" پر مشتمل ہے، جس کے بعد ممکن ہو پایا کہ گوشت کو منجمد حالت میں پھر غریب مسلم ممالک تک بھیجا جا سکے۔

یہ ہزاروں لاکھوں جانوروں کو مختلف جگہوں سے مکہ میں جمع کرنا کوئی آج کی بات نہیں ہے، بلکہ پچھلے پورے 1400 سالوں سے یہ ڈرامہ ہوتا چلا آ رہا ہے۔ لوگ اپنے اپنے شہروں اور حتیٰ کہ ملکوں سے ہزاروں لاکھوں جانور لے کر حج کے لے روانہ ہوتے تھے، پھر مکہ میں یہ جانور ذبح ہوتے، اور پھر ہزاروں لاکھوں ٹن گوشت کو مکہ میں جب کھانے والا کوئی نہ ہوتا تو پھر اس گوشت کو جلا دیا جاتا یا پھر دفنا دیا جاتا۔

(نوٹ: ہزاروں جانور مکے تک کے طویل راستے کو طے کرتے ہوئے ہی مارے جاتے تھے۔ یہ سفر آج کی جدید مغربی ٹیکنالوجی کی طرح نہیں تھا جہاں پکی سڑکوں پر ٹرکوں کے ذریعے جانوروں کو لے جایا جاتا ہے)۔

چنانچہ اللہ اور مذہبی حضرات حساب دیں پچھلے 1400 سالوں میں ان اربوں قتل ہو جانے والے جانوروں کا کہ جنہیں اللہ کو خوش کرنے کے نام پر موت کے گھاٹ اتار کر انہیں جلا کر راکھ کر دیا گیا۔

کیا جانوروں کا یوں بے کار کا قتلِ عام کوئی عقل کی بات ہے؟ کیا ایسی بے عقل ہستی کو پھر بھی آپ نے حکیم و علیم کہنا ہے؟

اور احسان مند ہوں اللہ کے منکر مغرب کے کہ جنہوں نے فریزر کی یہ نعمت ایجاد کی، وگرنہ آج بھی مسلمان کڑوڑوں ٹن گوشت سالانہ مکے میں جلا کر راکھ کر رہے ہوتے۔

مذہبی حضرات کا "الٹے بانس بریلی کو" والے محاورے پر "دگنا" عمل کرنا۔۔۔

انڈیا میں سب سے زیادہ بانس کے درخت بریلی میں موجود ہیں۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو تجارت کی غرض سے انڈیا کے دوسرے علاقوں سے مہنگے داموں بانس خرید کر بریلی انہیں بیچنے کے لیے پہنچ گئے۔ بزرگوں نے وہاں سے ان بے وقوفوں کے لیے محاورہ نکالا **"الٹے بانس بریلی کو"**۔

آج مذہبی حضرات بہت فخر سے کہتے ہیں کہ حج پر قتل کیے جانے والے جانوروں کا گوشت غریب مسلم ممالک میں بھیجا جاتا ہے جس سے غریبوں کی مدد ہوتی ہے۔

مگر کیا کبھی ان مسلمانوں نے اپنے حکیم و دانا کہلوائے جانے والے اللہ کی عقلمندی پر غور کیا کہ:

- پہلے 11 لاکھ زندہ جانور سوڈان، صومالیہ، ڈجبوٹی، اریٹیریا اور پاکستان وغیرہ جیسے غریب ممالک سے مکہ درآمد کیے جاتے ہیں۔
- پھر ان جانوروں کو قتل کر کے ان کا گوشت انہی غریب ممالک میں فریز کر کے دوبارہ واپس بھیج دیا جاتا ہے۔ **مگر اس دوران ٹرانسپورٹیشن کی وجہ سے ان کی لاگت کہیں زیادہ بڑھ چکی ہوتی ہے۔**

تو مذہبی حضرات بتائیں کہ یہ الٹے بانس بریلی پر عمل کرنا کونسی حکمت و عقل کی بات ہے؟

اور قربانی کے گوشت میں الٹے بانس **"دگنے"** اس لیے ہیں کیونکہ **سنگل الٹے بانس بریلی میں** تو بے وقوف لوگوں نے دوسرے شہروں سے بریلی کی طرف **یکطرفہ** سفر کیا تھا۔ مگر قربانی کے گوشت میں یہ سفر **دگنا** ہے۔ یعنی **پہلے غریب ممالک سے مکہ جاتا ہے، اور پھر مکہ سے ان غریب ممالک میں واپس بھیجا جاتا ہے۔**

یاد رہے کہ یہ 11 لاکھ زندہ جانور ہوتے ہیں جو مکہ درآمد کیے جاتے ہیں۔ زندہ جانوروں کی ٹرانسپورٹیشن فروزن گوشت کی ٹرانسپورٹیشن سے 8 تا 10 گنا زیادہ مہنگی ہے۔

ا ر نہ صرف یہ کہ یہ جانور ٹرانسپورٹیشن کے دوران بڑی جگہ گھیرتے ہیں، بلکہ ساتھ میں ان کے کھانے کا چارہ اور پانی بھی ٹرانسپورٹ کرنا پڑتا ہے۔

اور مزید یہ کہ ہزاروں کی تعداد میں جانور ٹرانسپورٹیشن کے دوران ہی مر جاتے ہیں۔ پھر سعودیہ، اور آگے مکہ میں انہیں زندہ رکھنے کے لیے جانوروں کے ساتھ ساتھ ان کا چارہ بھی درآمد کرنا پڑتا ہے، ان کو رکھنے کے لیے شیلٹر بنائے جاتے ہیں اور ان سب چیزوں کا خرچہ ہوتا ہے۔

اور یہ سب تماشے کرنے اور خرچے اٹھانے کے بعد ایک بار پھر ان کا گوشت سپیشل (فریزر کی سہولت رکھنے والے) ہوائی جہازوں کے ذریعے انہی غریب ممالک میں واپس بھیج دیا جاتا ہے۔

اگر اللہ کو غریبوں کی اتنی ہی پرواہ ہوتی تو وہ ان لاکھوں جانوروں کا یہ لمبا چوڑا تماشہ لگوانے کی بجائے براہ راست ہی غریبوں تک یہ جانوروں کا گوشت پہنچوا دیتا تاکہ غریبوں کو فروزن کی بجائے فریش اور مزید ار گوشت کھانے کو مل پاتا، اور وہ بھی زیادہ بڑی مقدار میں کیونکہ ٹرانسپورٹیشن کے یہ سارے اخراجات بچتے۔

بنیادی طور پر مسلمانوں کے اللہ نامی ہستی کو غریبوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی بلکہ وہ فقط اپنے آپ کو خوش کروانے کے لیے جانوروں کا یہ قتل عام کروا رہا ہے۔

اس لیے پچھلے 1400 سالوں تک یہ لاکھوں کی تعداد میں یہ جانور مکہ تو جاتے تھے، مگر انکا گوشت پلٹ کر ان غریبوں تک نہیں پہنچتا تھا، بلکہ اسے آگ لگا کر جلا دیا جاتا تھا۔ مگر پھر جب اللہ کا انکار کرنے والے کافروں کی ٹیکنالوجی کی وجہ سے یہ گوشت فریز کر کے غریب ممالک میں الٹے بانس بریلی کے محاورے کے مطابق بھیجا جانے لگا، تو مسلمانوں نے اس پر فخر کے انبار لگا دیے اور اس کو اپنے رب کا غریبوں پر رحم و مہربانی قرار دینا شروع کر دیا۔

بنیادی طور پر اللہ نامی کسی ہستی کا وجود آسمانوں پر موجود ہی نہیں ہے، اور محمد صاحب صرف اپنے سے پہلے کے مذہب کے ٹھیکیداروں کی رسوم پر عمل کر رہے تھے۔

مذہب کا ڈرامہ کرنے والے یہ لوگ خداوؤں کے نام پر لوگوں سے پیسہ اور جانوروں کا گوشت اینٹھتے تھے۔ مگر بڑھتے بڑھتے یہ بیماری اس بڑے پیمانے پر پہنچ گئی کہ جہاں لاکھوں جانور قربان ہونے لگے اور مذہب کے ان ٹھیکیداروں کے

لیے یہ گوشت خود consume کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ بہر حال، مذہب کے ان ٹھیکیداروں نے یہ رسوم جاری رکھیں، کیونکہ اس کے ذریعے انہیں لوگوں کو مذہبی طور پر برین واش کرنے میں مدد ملتی تھی اور ان کا اثر و رسوخ ان لوگوں پر بڑھتا تھا۔

مذہبی حضرات کا "سرکولیشن آف ویلتھ کا آرگومینٹ

کڑوڑوں جانوروں کے ایک ہی دن میں قتل کرنے پر مسلمانوں کا عذر یہ ہے:

> عید پر ایک اندازے کے مطابق 4 کھرب روپے سے زیادہ کا مویشیوں کا کاروبار ھوا, تقریباً 23 ارب روپے قسائیوں نے مزدوری کے طور پر کمائے, 3 ارب روپے سے زیادہ چارے کے کاروبار نے کمائے. گاڑیوں میں جانور لانے لے جانے والوں نے اربوں روپے کا کام کیا، چمڑے کی فیکٹریوں میں کام کرنے والوں کو مزید کام ملا, یہ قربانی غریب کو صرف گوشت نھیں کھلاتی, بلکہ آئندہ سارا سال غریبوں کے روزگار اور مزدوری کا بھی بندوبست ھوتا ھے, دنیا کا کوئی ملک کروڑوں اربوں روپے امیروں پر ٹیکس لگا کر پیسہ غریوں میں بانٹنا شروع کر دے تب بھی غریبوں اور ملک کو اتنا فائدہ نھیں ھونا جتنا اللہ کے اس ایک حکم کو ماننے سے ایک مسلمان ملک کو فائدہ ھوتا ھے, اکنامکس کی زبان میں سرکولیشن آف ویلتھ کا ایک ایسا چکر شروع ھوتا ھے کہ جس کا حساب لگانے پر عقل دنگ رہ جاتی ھے.

یہ استدلال دانشمندانہ نہیں:

- یہ جانور اگر بقر عید والے اکلوتے دن ذبح نہ کیے جائیں تو یہ زمین سے غائب نہیں ہو جائیں گے، بلکہ پھر بھی یہ ذبح ہوں گے، لیکن یہ کام پھر پورے سال میں اعتدال کے مطابق تقسیم ہو جائے گا۔
- یوں ان جانوروں کے پورا سال ذبح ہونے سے قصائیوں کو پورے سال زیادہ روزگار مہیا رہے گا۔
- یوں جانوروں کی کھالیں پورا سال ہی میسر رہیں گے اور چمڑے کے کارخانے پورے سال ہی چلتے رہیں گے۔

- عید کے دنوں میں جانوروں کی اوجھڑیاں، سریاں، چوراھوں پر کوڑا کرکٹ میں پڑی ہوتی ہے۔ گوشت کی فروانی کی وجہ سے لوگ ایسی چیزوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتے ہیں۔

کیا مسلمانوں کو یہ چھوٹی سی بات سمجھ نہیں آرہی کہ بقر عید پر سارے جانور ذبح نہ کرنے سے یہ جانور بھی زمین سے غائب نہیں ہوں گے، نہ ہی سر کولیشن آف ویلتھ غائب ہو گی، نہ ہی چمڑے کے کارخانے بند ہوں گے، نہ ہی قصائیوں کا روزگار ختم ہو گا۔ بلکہ واحد فرق یہ پڑے گا کہ جو گوشت خراب ہو جاتا ہے، جو گوشت صبح دوپہر شام کھا کر صحت خراب کی جاتی ہے، جو بدبو و رتعفن کچھ جگھوں پر ان جانوروں کی یکمشت ذبح کرنے سے پیدا ہوتا ہے، اس سب سے نجاب ملے گی، اس اسراف سے پیچھا چھوٹے گا جو اللہ نے اپنی نادانی میں انسانیت پر مسلط کرر کھا ہے۔

بقر عید پر اتنا زیادہ اسراف کیا جاتا ہے کہ بقیہ سال لوگوں کو گدھوں اور کتوں تک کا گوشت کھانا پڑرہا ہوتا ہے۔

بقر عید کے موقع پر اس سر کولیشن آف ویلتھ کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ 'بلیک میلنگ' کا عنصر جہاں بھی آئے گا، وہاں پر معاشرے کے طبقات میں نفرتیں بھی بڑھنا شروع ہو جائیں گی۔

بہت امیر خاندان تو شاید آرام سے 300٪ یا 400٪ زیادہ قیمت ادا کر دیں، مگر متوسط طبقے کے لوگوں کو جب اتنی قیمت ادا کرنا ہو تو ان کے ماتھے پر لازمی شکنیں آئیں گی، اور انہیں یہ بلیک میلنگ پسند نہیں آئے گی۔ بلکہ امیر آدمی بھی لٹنا پسند نہیں کرتے۔ عید پر قصائی زیادہ پیسوں کا مطالبہ کرتا ہے، اور پھر زیادہ پیسے لے بھی جاتا ہے، مگر پیچھے لوگ قصائیوں کو اس بلیک میلنگ پر گالیاں دیتے بھی پائے گئے ہیں۔

کچھ متوسط طبقے کے لوگ پھر قربانی نہیں بھی کریں گے کیونکہ قربانی کے لیے درکار پیسہ ان کی پہنچ سے دور ہو جائے گا۔ وہ پھر اس محرومی کو بلیک میلنگ کا نام دے کر دوسرے طبقے سے نفرت کریں گے کہ انہوں نے مہنگائی کی آگ لگا دی۔

انسان خود سے Charity ایک 'انسانیت کے جذبے' کے تحت کرتا ہے تاکہ غریب کی مدد کر سکے، مگر جہاں 'بلیک میلنگ' آجاتی ہے، وہاں پر یہ Charity کے لیے انسایت کا جذبہ خود بخود مرنے لگتا ہے۔

چنانچہ ہر چیز ہی اعتدال میں رہے تو زیادہ مفید رہتی ہے۔ اعتدال کی حد سے بڑھی منافع خوری، اور اس کے نام پر سرکولیشن آف ویلتھ معاشرے میں نفرتوں اور برائیوں کو بھی ساتھ میں جنم دے گا۔

کیا آپ کو پتا ہے کہ پاکستان میں عوام کی ایک بہت بڑی تعداد بمع بچے غذائی کمی کی بیماری کا شکار ہیں؟ اور کیا آپ کو پتا ہے کہ Vitamin B12 کی ضرورت صرف ایک دن یا ایک ہفتے میں کئی کلو گوشت کھانے سے پوری نہیں ہوتی، بلکہ اعتدال سے باقاعدگی سے گوشت کے استعمال سے پوری ہوتی ہے؟

بیٹے کی قربانی کا یہ تصور بائیبل نے دیگر تہذیبوں سے نقل کیا

یہ سب مذاہب اور تہذیبیں ایک دوسرے سے ایسی ہی کہانیاں نقل کر کے اپنے اپنے مذہب کو بڑھاوا دیتی رہیں۔

مثلاً:

فینیشین (Phoenician) اساطیر

- فینیشین بادشاہ **کرونُس** (جسے بعض روایات میں ابراہیم کا ماخذ بھی کہا گیا ہے) کے بارے میں ہے کہ اس نے قحط کے زمانے میں اپنے بیٹے کو دیوتاؤں کے لیے قربان کیا۔ بعض نسخوں میں یہ قربانی رکوا دی جاتی ہے یا کسی اور شکل میں بدل جاتی ہے۔

یونانی اساطیر: آگامیمنون اور اِفیگینیا (Iphigenia)

- یونانی بادشاہ **آگامیمنون** کو جنگِ ٹرائے پر روانگی سے پہلے اپنی بیٹی **ایفیگینیا** کی قربانی دینی پڑتی ہے تاکہ دیوی **آرٹیمس** کی خوشنودی حاصل ہو۔ بعض روایات کے مطابق جب وہ اپنی بیٹی کو قتل کرنے ہی والا ہوتا ہے، آرٹیمس مداخلت کرتی ہے اور اس کی جگہ ایک ہرن کو قربان کر دیا جاتا ہے، بالکل ابراہیمی طرز پر۔

ایزٹک تہذیب

- ایزٹک تہذیب میں سورج دیوتا کو خوش کرنے کے لیے نوجوانوں کو قربان کیا جاتا تھا۔ بعض دیوتا آخری وقت میں مداخلت کرتے، اور قربانی کی شکل بدل دی جاتی۔

مسلم اعتراض: میکڈونلڈز بھی تو لاکھوں جانوروں کا قتل کرتا ہے

مسلم اعتراض یہ ہے:

> میکڈونلڈز بھی لاکھوں جانوروں کا قتل کرتا ہے، مگر اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ مگر جب بقر عید پر مسلمان جانوروں کو قتل کریں، اور گوشت غریبوں میں بانٹیں، تو اس پر اعتراض شروع ہو جاتا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ میکڈونلڈز میں وہ خرابیاں نہیں پائی جاتی ہیں جو کہ بقر عید میں پائی جاتی ہیں:

- میکڈونلڈز ایک دن میں بقیہ پورے سال کے جانوروں کی کثیر تعداد کو ذبح نہیں کرتا، بلکہ اعتدال کے مطابق اس کو پورے سال پر تقسیم کرتا ہے۔
- اسی اعتدال سے تقسیم کرنے کی وجہ سے گوشت کی قیمتیں بڑھ کر آسمان پر نہیں پہنچ جاتی ہیں، بلکہ پورے سال یکساں رہتی ہیں اور میکڈونلڈز پورے سال کم قیمت پر لوگوں کو گوشت فراہم کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ یعنی الٹا ہوتا ہے جہاں اسلامی بقر عید کی وجہ سے گوشت کی قیمت بڑھ جاتی ہے، جبکہ مکڈونلڈز غریبوں کو پورے سال کم قیمت پر گوشت فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ اسلامی عید غریبوں کے لیے زحمت لاتی ہے، جبکہ میکڈونلڈز ایک طرح کی رحمت سمجھا جاتا، اگر وہ صرف منافع کی خاطر غیر صحتمند برگر زاستعمال نہ کرتا۔
- بقر عید پر بے اعتدالی سے جانور ذبح کرنے کی وجہ سے بقیہ سال لوگ گدھے اور کتوں کا گوشت کھا رہے ہوتے ہیں، جبکہ غریب تو دور دور تک گوشت خریدنے کا سوچ بھی نہیں پاتا۔
- میکڈونلڈ کی اس اعتدال پسندی کی وجہ سے غریب پورے سال ہی گوشت استعمال کرتے ہیں جس سے وٹامن B12 انہیں پورے سال ہی اعتدال سے ملتا رہتا ہے۔

یقیناً یہ اعتراض مغربی دنیا میں اٹھ رہا ہے کہ گوشت کی consumption کو کم کیا جائے کیونکہ اس کا زیادہ استعمال صحتمند نہیں، اور اس سے زمین کے وسائل بڑی تعداد میں ضائع ہو رہے ہیں۔ اس لیے مغربی دنیا میں vegetarian تحریک بھی موجود ہے۔ چنانچہ یہ اعتراض بنیادی طور پر نئی نسل پر ہے کہ وہ گوشت کا کم سے کم استعمال کریں۔

پیغمبرِ اسلام کی طرف سے خود اسراف

اور اسراف میں سب سے بڑھ چڑھ کر تو خود محمد صاحب حصہ لے رہے تھے۔ خود محمد صاحب حجۃ الوداع کے موقع پر سو (100) جانور اپنے ہمراہ لائے تھے۔ اس ایک ہی دن میں تریسٹھ (63) اونٹ محمد صاحب نے اپنے ہاتھ سے قربان کئے اور باقی کے قربان کرنے کا حکم حضرت علی کو دیا۔ اور پھر چونکہ 100 اونٹوں کو کھانا ممکن نہیں تھا، اس لیے ہر قربانی کے جانور کی ایک ایک بوٹی لے کر ہانڈی پکائی گئی اور کھائی گئی (صحیح مسلم، کتاب المناسک، باب حجۃ النبی، حدیث 1218)

بھلا اس سے بڑھ کر بھی اسراف کیا ممکن ہے؟

اسی وجہ سے آج ثواب کے نام پر عرب شیوخ اور ہر امیر مسلمان ایک کی بجائے درجنوں جانور ذبح کر رہا ہوتا ہے کیونکہ یہ انکے نبی کی سنت ہے۔

گوشت غریبوں میں کم تقسیم ہوتا ہے اور بڑا حصہ قربانی کرنے والے ہی کھا جاتے ہیں

غریبوں کو قربانی کا 3/1 حصہ ہی جاتا ہے۔ باقی 3/2 خود استعمال کیا جارہا ہوتا ہے کیونکہ جتنا گوشت رشتے داروں اور محلے داروں کو بھیجا جاتا ہے، وہ تقریباً اسی مقدار میں پلٹ کر بھی آجاتا ہے۔ اس لیے صرف لاہور شہر میں سن 2021 میں 18 ہزار افراد بقر عید پر زیادہ گوشت کھانے پر ہسپتال پہنچ گئے۔

پچھلے 1400 سالوں میں اربوں جانوروں کو ذبح کر ڈالا، مگر مسلمانوں کو یہ تک پتا نہیں کہ ذبیح اللہ اسحاق تھے یا پھر اسمعیل

محمد صاحب نے بائیبل کی کہانی کے مطابق یہی کہا تھا کہ ذبیح اللہ اسحاق تھے۔ مگر بعد میں آنے والے مسلمانوں کے چھکے تب چھوٹے جب بعد میں یہ سوال کھڑا ہو گیا کہ اسحاق تو کبھی مکہ آئے ہی نہیں تھے، تو پھر ابراہیم نے مکہ میں موجود خانہ کعبہ میں، حج کے دن کیسے اسحاق کو ذبح کر دیا؟

امام قرطبی قرآنی آیت 37:102 کی تفسیر میں لکھتے ہیں (لنک):

> علمائے نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کس کے ذبح کا حکم دیا گیا تھا؟ **اکثر کی رائے یہ ہے اس سے مراد اسحاق (علیہ السلام) ہیں۔۔۔ اور یہ قول نبی ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین سے نقل کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔۔۔ پہلی تعبیر (یعنی اسحاق کا ذبیح اللہ ہونا) نبی کریم، صحابہ کرام اور تابعین سے بہت زیادہ سندوں کے ساتھ منقول ہے۔**

نیز یہ سوال بھی اٹھا کہ ابراہیم کے بعد بنی اسرائیل میں بے تحاشہ انبیاء گذرے، مگر ان انبیاء میں سے کسی نے بھی عید الاضحی کیوں نہ منائی، اور کیوں ہر سال اس موقع پر جانوروں کی قربانی نہیں کی؟ کیوں ان انبیاء کے ہر سال مکہ جانے، حج کرنے اور قربانی دینے کا ذکر دور دور تک کہیں موجود نہیں؟

چنانچہ بعد کے مسلمانوں کے پاس ان سوالوں کے کوئی جوابات نہیں تھے، مگر ان بعد کے مسلمانوں کے پاس ایک ہتھیار تھا، اور وہ تھا دین کی ناموس بچانے کی خاطر "جھوٹی روایات" کو جی کھول کر گھڑ لینا۔

چنانچہ بعد میں ابو ہریرہ وغیرہ کے نام پر روایات گھڑیں گئیں کہ ابراہیم نے اسحاق کو ذبح نہیں کیا تھا، بلکہ اسمعیل کو ذبح کیا تھا، اور انکی یاد میں ہی حاجی ہر سال مکہ میں قربانی کرتے ہیں۔

جھوٹ کی نشانی ہے کہ جہاں جھوٹ ہوتا ہے، وہاں ایسے ہی "**تضادات**" کھڑے ہو جاتے ہیں۔